مکتبہ مشرقیہ اسلامیہ کالج پشاور کے منتخب تفسیری مخطوطات کا جائزہ

An Analysis of the Selected Manuscripts of Tafseer at Maktaba Mashirqia, Islamia College Peshawar

Dr. Niaz Muhammad
Professor, Department of Islamic Studies, AWKUM,
Email: prof.niaz@awkum.edu.pk

Zia Ur Rehman Saad
Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Studies, AWKUM,
Email: ziaurrahmansaad87@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract:
The importance of education and studying books is duly acknowledged in Islam. Based on this, the Prophet of Islam (PBUH) has declared the role and position of a teacher as the duty of prophethood. He said that "Indeed I have been sent as teacher to accomplish the cause of morality". All the nations of the world got their distinctive position through educating their young generation. The book possesses a remarkable place in the process of education; because, the book is the treasure where the hidden knowledge is preserved. The manuscripts are the early forms of books. Before the printing press was introduced, the books were preserved in shape of manuscripts. These were utilized as source of transferring knowledge. Though a large storage of manuscripts in Islamic literature has been replaced by the printed form, yet a reasonable quantity is still found in its original form. The Maktaba Sharqia Islamia College is a prominent name in the list of Manuscripts Centre. Here, hundreds of manuscripts are still waiting to pass through the research. In this research paper, a few important samples of manuscripts in exegesis (Tafseer) have been presented with analysis which shall provide new information to readers.

Abstract: Islamia College, Manuscript, Makhtoot, Maktaba Sharqia

اسلام میں تعلیم و تعلم اور کتب بینی کی اہمیت مسلم ہے۔اسی اہمیت کی بناء پر کارِ نبوت کو ایک حدیث میں پیغمبر اسلام نے "منصبِ معلم" قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ "بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"[1]۔ تعلیم و تربیت ہی کی بنیاد پر انسان کی کردار سازی ہوتی ہے اور قوموں کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ تعلیمی عمل میں کتاب کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ کتاب وہ خزانہ ہے جس میں تمام تر علمی مواد محفوظ ہوتا ہے۔ مخطوطات کتب کی ابتدائی شکل ہیں۔ مطبع کے وجود میں آنے سے پہلے کتابیں مخطوطات ہی کی شکل میں محفوظ کی جاتی تھیں اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے علم منتقل ہونے کا یہ ایک بڑا ذریعہ تھیں۔ مطبع خانوں کے بعد گو کہ اسلامی لٹریچر کا ایک وسیع ذخیرہ طبع ہو کر سامنے آیا ہے لیکن کئی ایک مخطوطات اب بھی تحقیق و طباعت کی منتظر ہیں۔اسلامیہ کالج پشاور ملک کے تعلیمی اداروں میں اپنا ایک تاریخی پس منظر رکھتا ہے جو "دارالعلوم اسلامیہ پشاور" کے نام سے 1913ء میں قائم ہوا تھا جسے اب یونیورسٹی کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے کتب خانے میں مختلف زبانوں میں تحریر کردہ کل 1261 مخطوطات محفوظ ہیں[2] جن میں سے تفسیر کے 63 مخطوطات ہیں۔ذیل میں چند اہم تفسیری مخطوطات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

1: علامہ فیضی کی سواطع الالہام

علامہ فیضی کا اصل نام ابو الفیض تھا، آپ شیخ مبارک بن خضر (م: 1593ء) کے دو بیٹوں میں سے ایک تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی کا نام شیخ ابو الفضل تھا۔ ابجد العلوم میں فیضی کا نام اور تعارف اس طرح ذکر ہے: "الشيخ أبو الفيض المتخلص بفيضي، الأكبر آبادي: كان فاضلا جيدا وشاعرا مجيدا مفلقابارعا في العلوم العقلية والأدبية"[3]. "شیخ ابو الفیض کا تخلص "فیضی" تھا۔ آپ کا تعلق اکبر آباد سے تھا۔ آپ اعلیٰ پایے کے عالم اور ماہر شاعر تھے۔ عقلی وادبی علوم میں پایہ تکمیل کو پہنچے ہوئے تھے۔"

ان کا شمار اکبر بادشاہ کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ دربارِ اکبری میں آپ اثر ورسوخ رکھنے والے تھے۔ شیخ فیضی کی تاریخ پیدائش 945 ہجری مطابق 1547ء ذکر کی جاتی ہے[4]۔ ابتدائی اور اعلیٰ علوم اپنے والد شیخ مبارک ہی سے حاصل کئے اور صرف 14 سال کی عمر میں تحصیل علم سے رسمی فراغت حاصل کرلی۔ علامہ فیضی کی خصوصیت عربی، فارسی اور حکمت میں مہارت تھی۔ علوم پر یہی مہارت ان کو اکبر بادشاہ کے قریب لے آئی۔ انہوں نے اکبر بادشاہ کی شان میں کئی قصیدے بھی لکھے۔ چنانچہ نواب صدیق خان صاحب لکھتے ہیں:

أخذ عنه الفنون المتداولة وحصل الفراغ منها وهو ابن أربع عشرة سنة، وخاض كثيرا بالحكمة والعربية، واختص بمزيد قربة السلطان أكبر ملك الهند ولقب بملك الشعراء، وله قصائد في مدحه، وأبيات ديوانه الفارسي: خمسة عشر ألف بيت.[5]

"اپنے والد سے مروجہ علوم حاصل کئے۔ چودہ سال کی عمر میں فراغت ہوئی۔ حکمت اور عربی ادب میں زیادہ شغف تھا۔ ہندوستان کے بادشاہ "اکبر" کی قربت کی بناء پر مزید خصوصیت ملی اور آپ کو "ملک الشعراء" کا لقب دیا گیا۔ فیضی نے ان کی مدح میں کئی قصائد اور اشعار کہے۔ آپ کے فارسی دیوان میں پندرہ ہزار اشعار ہیں۔" اپنی دو کتابیں "موارد الکلم" اور "سواطع الالہام" علامہ فیضی نے بڑی قابلیت سے عربی زبان میں لکھیں جن میں کوئی ایسا لفظ نہیں لکھا جس میں نقطہ موجود ہو[6]۔ موارد الکلم میں تو پوری کتاب بے نقط الفاظ پر مشتمل ہے جب کہ سواطع الالہام میں قرآنی کلمات و آیات کی توضیح میں ایسے فقرے استعمال کئے گئے ہیں کہ اُن میں تمام الفاظ بے نقط لائے ہیں۔ آپ کی معرکۃ الآراء کتاب "سواطع الالہام" تفسیری ادب کا وہ شاہ کار ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ 700 سے زائد صفحات پر مشتمل اس تفسیر میں صنعت مہملہ (بے نقطہ حروف) کا استعمال جس طرح کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ابجد العلوم کے مصنف لکھتے ہیں: وأجل مصنفاته: سواطع الإلهام في تفسير القرآن الكريم الغير المنقوط، صنفه في سنتين، وأتمه في سنة 1002هـ، يدل على إطالة يده في علم اللغة.[7] "آپ کی اعلیٰ تصانیف میں ایک قرآن کی تفسیر میں "سواطع الہام" ہے جو غیر منقوط ہے۔ اسے آپ نے دو سال میں 1002ھ میں لکھا جو عربی زبان دانی میں آپ کی مہارت کی دلیل ہے۔" تفسیر جو بذات خود ایک علمی، تحقیقی اور مشقت طلب امر ہے اس میں صنعت مہملہ کا استعمال یقیناً عرق ریزی اور رسوخ فی العلم کا متقاضی ہے۔ تمام تفسیری لوازمات مثلاً شان نزول، الفاظ کی لغوی ونحوی تحقیق، علم بیان کے لطائف، قصص و احکام وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ علامہ فیضی نے اپنی اس تصنیف کا نام "سواطع الالہام" رکھا ہے۔ سواطع "ساطع" کی جمع ہے جس کے معنی روشنی کے ہیں اور الہام دل میں اللہ کی طرف سے وارد خیالات کو کہتے ہیں۔ اس طرح سواطع الالہام کا مطلب "من جانب اللہ وارد عالی خیالات کا مجموعہء نور" بنتا ہے۔ سواطع الالہام کے آغاز میں "ساطع" کے عنوان سے مقدمہ موجود ہے جس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں مصنف اپنے بارے میں تعارفی گفتگو کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنی جائے پیدائش اور دربار اکبری تک رسائی کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ مقدمہ میں بادشاہ کی تعریف میں بھی دو ساطع لکھے ہیں جب کہ سب سے طویل حصہ اپنے والد شیخ مبارک کی تعریف میں لکھا ہے۔ دوسرے حصے میں قرآنی علوم کے مختلف پہلوؤں پر علمی انداز سے روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کے آغاز میں توحید اور مقام رسالت کو نہایت عمدہ الفاظ میں بیان کیا ہے جس کا اصل لطف عربی میں ہی ہے۔ ذیل میں اس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے:"اصل المراد ورأسُ المرام هو الله وحده، وله رسل لإصلاح العالم، وهو موصل المراد لا حصر لأعدادهم ، أولهم آدم وحماداهم مُحَّد صلعم أكمل الرسل أمراً، وأعلمهم سراً، وأحمدهم حالاً، وأسماهم كمالاً، وأكرمهم ولاءً، وأعلاهم لواء الحمد ومأواهُ المحمود."[8] مزید برآں مقدمے میں نزول وحی کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے جس کے بعد جمع و ترتیب قرآن پر مختصر کلام ہے اور پھر قرآن کی سورتوں کے نام، حروف کی درست ادائیگی، الفاظ کی تشریح و وضاحت، آیات محکمات و غیر محکمات کا تعارف اور دیگر علمی باتیں موجود ہیں۔ مقدمہ کے دونوں ساطع (حصے) پھر مزید کئی حصوں میں منقسم ہیں۔ تمام حصے تعداد میں برابر نہیں ہیں بلکہ کچھ حصے ایسے بھی ہیں جس میں صرف ایک یا دو سطریں لکھی گئی ہیں اور کوئی حصے 2 یا 3 صفحات پر مشتمل ہیں۔ مقدمے کے آخر میں علامہ فیضی نے ایک نظم لکھی ہے۔ اس نظم کا موضوع خود یہ سواطع الالہام ہے جس میں اس کتاب کی تعریف کی گئی ہے[9]۔ مقدمے کے اختتام میں اللہ رب العزت سے صلاحِ اعمال کی دعا کی گئی ہے۔

تفسیر سواطع الالہام اپنی اختصار کے باوجود کئی خوبیوں کی مالک ہے۔ تفسیر میں تمام سورتوں کے آغاز میں ان کا مختصراً تعارف کروایا گیا ہے جس میں اس سورت کے مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہر سورت کی شان نزول بھی بیان ہوئی ہے جس میں پورے واقعے کا تو ذکر نہیں لیکن ایسے اشارے دئے گئے ہیں جن سے وہ واقعہ واضح ہو جاتا ہے۔ سورت کے مدنی اور مکی ہونے کو بھی واضح کیا گیا ہے ،چنانچہ مکی سورت کی تعبیر کے لئے "موردها مصر رسول الله صلعم" جب کہ مدنی سورت کے لئے "موردها أم الرحم" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اپنے اس علمی کام پر علامہ فیضی کو بجا طور پر بہت فخر تھا اور اس کی تعریف اپنے دوستوں اور دیگر علماء کے ساتھ اپنی تحاریر و خطوط میں کیا کرتے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:"سواطع الالہام یعنی تفسیر غیر منقوط 1002ھ میں تمام ہوئی، کل مدت تصنیف دوڈھائی برس ہے۔ اس تفسیر پر فیضی کو بڑا ناز ہے، دوستوں کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اکثر فخر سے اس کا تذکرہ کرتا ہے"۔[10]

کیا فیضی شیعہ تھے؟:

علامہ فیضی کے بارے میں ایک رائے یہ سامنے آتی ہے کہ وہ شیعہ مکتب فکر سے منسلک تھے۔ صاحب رود کوثر ڈاکٹر زبید احمد اپنی کتاب میں اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان ہی کے الفاظ میں ان کا بیان کیا جائے چنانچہ لکھتے ہیں:"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فیضی شیعہ تھے لیکن اس کتاب (موارد الکلم) کے آغاز میں دو جگہ انہوں نے چاروں خلفائے راشدین کی بہت مدح کی ہے۔ اور پھر اصل کتاب میں "موارید الرحماء" کے عنوان سے جو باب لکھا ہے اس میں بھی بہت تعریف کی ہے۔ اس کے شروع میں خلفائے راشدین کے بارے میں لکھا ہے"أول الرحماء معه إسلاما وأكرامهم إكراما صهر رسول الله ﷺ وأعدلهم عمر المكرم، وأحلمهم و مهد كلام الله و مؤسس السور، وأعلمهم ولد عمه أسد الله الكرار". "سب رحیم صحابہ میں اسلام لانے میں اول اور سب سے زیادہ محترم حضور ﷺ کے سسر ہیں اور سب سے زیادہ عادل بزرگ "عمر" ہیں۔ سب سے زیادہ حلیم، کلام اللہ کے جامع اور سورتوں کے مؤسس (عثمان) ہیں۔ سب سے زیادہ صاحب علم حضور ﷺ کے چچازاد شیر خدا (حیدر کرار) ہیں۔ "چار دن خلفائے راشدین کے لیے ادب و احترام کے مذکورہ الفاظ کے پیش نظر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سنی نہ تھے[11]۔

شیعیت کے علاوہ علامہ فیضی کے بارے میں عام خیال یہ کیا جاتا ہے کہ عقائد کے لحاظ سے وہ بدعات کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ الحاد تک چلے گئے ہیں لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اپنی تفسیر "سواطع الالہام" میں نہ تو مقدمے میں اور نہ ہی نفس کتاب میں کوئی عبارت

موجود ہے جس سے یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچے کہ علامہ فیضی عقائد کی خرابی کا شکار تھے۔ سواطع الالہام میں ایسی کوئی عبارت ایسی نہیں جو امت مسلمہ کے متفقہ عقائد کے خلاف ہو۔ یا کوئی ایسی تعبیر کی گئی ہو جس سے اسلامی عقائد کے خلاف مفہوم نکلتا ہو۔ کسی بھی دور کے علماء نے سواطع الالہام میں کسی عبارت پر ایسا کوئی اعتراض نہیں کیا جو ان عقائد کی خلاف ورزی کی طرف اشارہ کرتی ہو، ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں :"(علامہ) فیضی نے ان سب امور پر مسلّمہ اور راسخ عقائد کے مطابق اظہار خیال کیا ہے"۔[12] تفسیر سواطع الالہام کو اس دور میں علماء کی تائیدات بلکہ خود اس کی تصنیف و تالیف میں مدد کا بھی کہا گیا ہے جیسا کہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا اس تفسیر کی تصنیف میں شیخ فیضی کا ہاتھ بٹانے کا کہا گیا ہے چنانچہ رود کوثر میں مصنف کہتے ہیں:" حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دو معاصرانہ سوانح عمریوں (زبدۃ المقامات اور حضرت القدس) کے مطابق حضرت مجدد نے فیضی کی مدد کی۔ حضرت مجدد کے استاد مولانا یعقوب صرفی نے اس کی تقریظ لکھی ہے۔ خود بدایونی کے بیان کے مطابق لاہور کے مشہور عالم "اعلم العلماء" میاں اجمل تلویؒ (جن کی استدعا پر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے وحدت الوجود کی وضاحت کی اور وحدت الشہود کا فلسفہ پیش کیا) نے بھی تفسیر فیضی میں ہاتھ بٹایا۔"[13]

مختلف روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کئی علماء ایسے بھی تھے جنہوں نے سواطع الالہام کے مطالعے کے بعد اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔ بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظیں لکھیں ہیں جن میں محمد الحسینی مشہور بالشامی، مولانا یعقوب صرفی کشمیری، قاضی نور اللہ شوستری، امان اللہ ابن غازی سرہندی شامل ہیں۔ بعض روایات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مجدد الف ثانیؒ نے بھی اس تفسیر کی تیاری میں علامہ فیضی کی مدد کی اور ایک مشکل مقام جو فیضی نہ لکھ سکا وہ مجددؒ نے لکھا۔[14] آغاز میں شیخ اکبر اور اس کے دونوں بیٹے (ابو الفضل اور فیضی) کو شاہی دربار تک رسائی میں کافی مشکلات تھیں تاہم بالآخر ایک دور میں دونوں بھائی اپنی ذہانت کی وجہ سے جلد ہی دربار شاہی میں اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوگئے اور کچھ ہی عرصہ میں اکبر کے انتہائی قریبی اور قابل اعتماد مصاحبین میں شمار کئے جانے لگے۔ اس دور میں علماء کی طرف سے فیضی کی مخالفت بھی سامنے آتی ہے جس میں فیضی کے بارے میں آزاد خیالی اور دینی معاملات میں الحاد تک تجاوز کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سر فہرست ملا عبد القادر بدایونی ہیں جو کہ علامہ فیضی پر یہ تک الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے یہ تفسیر مستی کی حالت میں اور حالت جنابت میں لکھی چنانچہ منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر بدایونی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اوپر سے بدنامی کا داغ ختم کرنے کے لئے بے نقطہ تفسیر لکھیں۔ وہ داغ کہ جو قیامت کے دن کسی بھی پانی سے نہ صاف ہوتا۔ یہ تفسیر آپ نے حالت مستی اور جنابت میں لکھی اور فیضی کے کتّے اس تفسیر کے اوراق کی پامالی کرتے تھے۔[15] لیکن بدایونی کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی اور اس میں مبالغہ کی آمیزش محسوس کی جاسکتی ہے اس لئے کہ علامہ فیضی جس دور میں یہ علمی کام کر رہے تھے اس وقت اگر وہ چاہتے تو اس میں اپنے کسی بھی باطل عقائد کا ڈھکے چھپے الفاظ میں پرچار کرسکتے تھے خصوصاجب انہیں حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہو لیکن سواطع الالہام کے مطالعے کے دوران ایسی کوئی عبارت سامنے نہیں آتی جس سے ان کے عقائد یا دیگر مذہبی نظریات کے بارے میں رد کیا جاسکے نہ ہی بدایونی سمیت کوئی بھی شخص ایسی عبارت کی نشاندہی کرچکا ہے۔ محمد حسین آزاد اپنی کتاب " دربار اکبری" میں لکھتے ہیں:"زبانی باتوں میں ملا صاحب جو چاہیں کہیں مگر نفس مطالب میں جب نہ اب کوئی دم مار سکتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ وہ بے دینی اور بد نفسی پر آجاتے تو جو چاہے لکھ جاتے انہیں ڈر کس کا تھا؟"

علامہ فیضی کے بارے میں مولانا شبلی نعمانیؒ(1914ء) کا کہنا ہے کہ ملا بدایونی کا اختلاف حسد کی بنیاد پر تھا اس لئے کہ علامہ فیضی اپنی ذہانت اور دانش مندی کی وجہ سے ملا عبد القادر پر بازی لے گیا تھا۔ چنانچہ اس حسد کی بنا پر وہ علامہ فیضی کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں

اور ان کو ملحد، بے دین، زندیق اور کافر تک لکھا۔ ملا صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ مرتے وقت فیضی کتوں کی طرح بھونکتا تھا اور اس کے ہونٹ سیاہ ہو گئے تھے تاہم یہ تمام باتیں علمی اختلاف کی بجائے ذاتی عداوت کا شاخسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ مولانا شبلیؒ کے مطابق علامہ فیضی کے حکیمانہ خیالات کو درست طور سمجھا نہ جاسکا جس کی وجہ سے انہیں الحاد اور زندقہ کی طرف لے جایا گیا۔ چنانچہ علامہ شبلیؒ تحریر فرماتے ہیں:

" فیضی نے تفسیر ان واقعات کے بعد لکھی ہے لیکن ایک ذرہ مسلمات عام کی شاہراہ سے نہیں ہٹا، حالانکہ تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی دکھانے کا موقع حاصل تھا، ملا (عبد القادر بدایونی) تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد اسلام کا منکر تھا لیکن وہ ان تمام عقائد کا معترف نظر آتا ہے جن کو معتقدات عوام کہتے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ فیضی کی مذہبی آزادی ہم جو کچھ سنتے ہیں زبانی سنتے ہیں، تصنیفات میں تو وہ ملائے مسجد نظر آتا ہے"۔[16] شیخ عبد الحق دہلویؒ نے بھی علامہ فیضی کی طرف منسوب نظریات کی وجہ سے اس سے قطع تعلق کر لیا تھا اور باوجود یہ کہ فیضی خطوط کے ذریعے شیخؒ سے ملاقات کا اصرار کرتے تھے تاہم شیخ عبد الحقؒ نے ان سے ملنے سے انکارتے رہے۔ تفسیر سواطع الالہام کی تصنیف کے دوران علامہ فیضی کی یہ خواہش تھی کہ شیخ کو بھی یہ دکھائے لیکن ان کو اس کا موقع نہیں ملا۔ شیخ عبد الحقؒ علامہ فیضی کے بارے میں نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، صاحب نزھۃ الخواطر نے علامہ فیضی کے بارے میں شیخ کی رائے ان الفاظ میں نقل کی ہے: "أنه كان ممن تفرّد فی عصره بالفصاحة والبلاغة والمتانة والرصانة ولكنه لوقوعه وهبوطه في هارية الكفر والضلالة أثبت على جبينه نقوش الردّ والإنكار والإدبار".[17] "فیضی اپنے زمانہ میں فصاحت وبلاغت اور تحریری متانت واستواء میں منفرد تھا لیکن کفر وضلالت کے گڑھے میں گرنے کی وجہ سے اس کی پیشانی ردّ وانکار وادبار سے داغ دار ہو گئی تھی۔ اس لئے دیندار طبقہ اور نبی ﷺ کے احباء اور جو لوگ آپ ﷺ سے نسبت رکھتے ہیں، فیضی اور اس کے ہم مشربوں کا نام لینا پسند نہیں کرتے۔" شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے بھی گو کہ فیضی کے بارے میں سخت کلمات کہے ہیں لیکن اس کے کفریہ کلمات ذکر نہیں کئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے دین اکبری کے شاخسانے کے پیچھے "فیضی" کی شخصیت قرار دی گئی جس کی وجہ سے ان پر طعن کیا گیا۔

سواطع الالہام: ایک مغلق تصنیف

علامہ فیضیؒ نے سواطع الالہام لکھ کر عربی ادب میں یقیناً ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے جس کا اسلوب منفرد اور اچھوتا ہے۔ اس تمام تر علمی وادبی فضیلت کے باوجود جو اس تفسیری مخطوط کو حاصل ہے چند ایسے منفی پہلو دیکھنے میں آئے ہیں جو اس تفسیر کو استفادے سے محروم رکھتے ہیں، مثلاً:

الف: نقطوں والے حروف کے استعمال سے اجتناب کی پابندی کی وجہ سے علامہ فیضی نے جو تشریحات و علمی نکات بیان کئے ہیں وہ بسا اوقات اصل قرآنی کلمات کی وضاحت کی بجائے دقّتِ فہم پیدا کر دیتے ہیں۔

ب: اس تفسیر میں ایسے مقامات دیکھنے میں آتے ہیں جہاں وضاحت کے لئے طویل تفصیلی کلام درکار ہو وہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے اور جہاں عبارت مختصر ہونی چاہیے تھی وہاں قدرے طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ اختصار اور بے نقط الفاظ کی پابندی کی وجہ سے ایسے مقامات بھی سامنے آتے ہیں جہاں عبارت نہایت مبہم ہو گئی ہے۔ اگر اختصار میں سواطع الالہام کا مقابلہ "تفسیر جلالین" سے کیا جائے تو جلالین کی افادیت اس کے مقابلے میں اس لئے زیادہ ہے کہ اس میں بے نقط الفاظ کا کوئی التزام نہیں کیا گیا۔

ج: تفسیر میں بعض مقامات پر نامانوس اور دقیق الفاظ کا استعمال بھی اس سے فائدہ حاصل کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں:

"اس تفسیر سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فیضی کو عربی لٹریچر پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ مولوی عبد الحقؒ نے سواطع الالہام کے متعلق اسی قسم کی رائے ظاہر کی ہے"۔[18]

سواطع الالہام ایک نادر علمی تفسیری مخطوط ہے لیکن اس کا سب سے بڑا منفی پہلو خود اس میں صنعت مہملہ کا التزام ہے جو عام قاری کو اس سے دور کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر اسے قطعاً ایک عوامی تفسیر نہیں کہا جا سکتا۔ تفسیر حقانی میں اس تفسیر کے بارے میں علامہ عبد الحقؒ فرماتے ہیں: "تمام تفسیر میں بے نقط حروف لایا اور بڑا تکلّف کیا ہے ایک طرح کی عبارت آرائی ہے مگر فن تفسیر اور دیگر تحقیقات سے بالکل بے بہرہ ہے"۔[19]

بلاشبہ اس تفسیر سے عربی زبان و ادب کی تابناکی اور علمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ فیضی کی علوم پر مہارت بھی بلاشبہ نکھر کر سامنے آتی ہے۔ لیکن تاریخ میں علامہ فیضی کے مذہبی نظریات کے بارے میں اختلافی آراء ہمیشہ سے پائی جاتی ہیں۔ یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ دونوں طرف کے علماء اس کی تعریف یا تنقیص میں کافی کلام کر چکے ہیں۔ جہاں مولانا شبلی نعمانی اسے ملائے مسجد کہتے ہیں وہیں شیخ عبد الحقؒ اسے کفر و ضلال میں گھرا ہوا کہتے ہیں تاہم یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ان کی تحاریر میں ایسی کوئی بات نہ بعد میں آنے والوں کو مل سکی ہے اور نہ آپ کے زمانے کے ناقدین پیش کر سکے ہیں۔ اگر فیضی کی سواطع الالہام کو تحقیق کے لئے منتخب کیا جائے اور اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ ضروری توضیحات بھی ذکر کی جائیں تو اس سے نہ صرف کئی حقائق سامنے آئیں گے بلکہ افادہء عام بھی ممکن ہو گا۔

2: تفسیر بحر مواج

اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود دوسرا اہم تفسیری مخطوط "بحر مواج" ہے۔ فارسی زبان کی یہ تفسیر معروف عالم لغت شیخ شہاب الدین کی لکھی ہوئی ہے۔ شیخ کا مکمل نام قاضی شہاب الدین احمد دولت آبادی ہے، آپ "ملک العلما" کے لقب سے معروف تھے۔ مختلف کتب میں آپ کا نام "احمد بن عمر" بھی آتا ہے[20]۔ آپ کے والد کا نام "شمس الدین" جب کہ دادا کا نام "عمر الزاولی" ہے۔ مولانا عبد الحق محدث دہلوی نے آپ کے تعارف میں آپ کا سن پیدائش 761ھ لکھا ہے۔[21] حاکم جونپور سلطان ابراہیم (804ھ-844ھ) نے شیخ شہاب الدین کو جون پور کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا۔ انہی حاکم نے شیخ کو "ملک العلماء" لقب دیا۔ شیخ شہاب الدین سے حاکم جونپور نہایت عقیدت و محبت کا اظہار کرتے تھے۔[22] منصب قضاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ شیخ درس و تدریس اور طریقت و معرفت میں بھی مصروف رہے۔ شیخ شہاب الدین کی تصنیف کردہ چند کتب کے نام یہ ہیں:

- بحر مواج
- الارشاد (علم نحو پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے جس میں مسائل کے تحت امثلہ بھی بیان کی ہیں اور ایک اچھوتے طرز پر یہ کتاب لکھی ہے اس کی عبارت میں تسلسل اور نہایت عمدگی ہے۔)
- شرح کافیہ (یہ کتاب آپ کی زندگی میں ہی مشہور ہو گئی تھی۔)
- بدیع البیان (علم بلاغت)
- شرح بزودی (علم اصول فقہ میں اہم اضافہ ہے۔ شیخ نے اصول بزودی کی شرح بحث امر تک لکھی ہے۔)
- اصول ابراہیم شاہی
- فتاویٰ ابراہیم شاہی (حاکم جونپور کے نام پر)

- مناقب السادات
- رسالہ تقسیم العلوم
- رسالہ در صنائع
- شرح قصیدہ ءبانت سعد (حضرت کعب)[23]

یقیناً شیخ شہاب الدین صاحب علم و فہم شخصیت تھے، صاحبِ حدائق الحنفیہ فرماتے ہیں:

" قاضی شہاب الدین دولت آبادی ملک العلماء لقب تھا۔ فقیہ، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، بلیغ، بیان، وحید العصر، فرید الدہر، صاحبِ تصانیفِ عالیہ تھے۔ علوم قاضی عبد المقتدر سے حاصل کیے جو شہرت و قبولیت خدا نے آپ کو دی، کسی کو اہلِ زمانہ میں سے حاصل نہیں ہوئی۔ آپ کے حق میں قاضی عبد المقتدرؒ فرمایا کرتے تھے: "یہ ہمارے پاس ایسے شاگرد آئے ہیں جن کا پوست و لحم و عظم سب علم ہے" (یعنی رگ رگ میں علم سمایا ہوا ہے)۔ آپ کی تصنیفات سے ایک شرح کافیہ ہے جو لطافت و متانت میں بے عدیل اور ان کی حیات ہی میں مشہور عالم ہو گئی تھی، دوسرے "ارشاد" جو ایک متن لطیف و بے نظیر نحو میں ہے، تیسرے بدیع البیان جو علمِ بلاغت میں ایک لاثانی متن ہے"[24]۔ آپ کا وصال 25/رجب المرجب 849ھ مطابق 25/اکتوبر 1445ء بروز ہفتہ ہوا۔ آپ کا مزار جون پور میں "مسجد اٹالہ" کے قریب میں ہے۔ شیخ شہاب الدین کے تفسیری مخطوط "بحر مواج" کا اصل نسخہ جو شیخ نے خود لکھا اس وقت تاشقند کی لائبریری میں محفوظ ہے جب کہ پاکستان میں اسلامیہ کالج کے علاوہ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ فاضلیہ، ضلع اٹک میں موجود ہے۔ اس تفسیر کا عربی زبان میں ترجمہ لاہور کے معروف عالم دین منور الدین (1011ھ) نے کیا۔ تفسیر کے آغاز میں ایک مقدمہ ہے جس میں حمد و ثناء کے بعد چند سطور میں رسول اکرم ﷺ کی توصیف کی گئی ہے۔ حمد وصلوۃ کے بعد خلفاء اربعہ کی شان بیان کی گئی ہے۔

اس تفسیر کا اسلوب اور خصویات کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں:

- شیخ شہاب الدین چونکہ عربی لغت سے کافی لگاؤ رکھتے تھے اس لئے اپنی تفسیر میں صرفی اور نحوی مباحث کا ذکر کیا ہے چنانچہ اعراب و ترکیب دونوں کا بیان کیا گیا ہے جو کہ اس تفسیر کا گویا امتیازی وصف ہے۔ اسلوب یہ ہے کہ کسی بھی آیت کو ذکر کر کے اس کی ترکیب کو بیان کرتے ہیں اور اس کے اعراب کی بھی وضاحت فرماتے ہیں، جہاں ضرورت محسوس کی وہاں لفظ کا مادّہ بتا کر اس کا لغوی معنی بھی بتاتے ہیں۔
- دو سورتوں یا آیات کے باہمی ربط کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ہر سورت کے آغاز سے قبل اس کے مضامین کا مختصر مگر جامع تعارف ذکر کیا گیا، تعارف کے دوران ہی ماقبل سورت سے اس کا ربط بھی کھل کر سامنے رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر جب شیخ جب سورہ کافرون کا آغاز کرتے ہیں تو ماقبل کی سورہ کوثر کے ساتھ اس کا ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"ربط این سورہ با سورہ کوثر آن است کہ سورہ کوثر در ذکر پیغامبر بود درین سورہ ذکر دشمنان پیغامبر و ذکر مخالفت پیغامبر باایشان روی نمود"۔[25] "اس سورت کافرون کا ماقبل سورہ کوثر کے ساتھ ربط یہ ہے کہ (ماقبل) سورہ کوثر میں پیغمبر ﷺ کا ذکر مبارک تھا جب کہ اس سورت میں آپ ﷺ کے دشمنوں اور ان کی دشمنی کا ذکر کیا گیا ہے۔"
- شیخ دولت آبادیؒ چونکہ قاضی ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کے پیروکار تھے اس لئے اپنی تفسیر میں جس مقام پر بھی کوئی فقہی اختلاف ہو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض اوقات جانبین کے موقف، دلائل اور وجہ اختلاف کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔

- جہاں قرآنی آیت میں کسی واقعہ، شخصیت یا مقام کا تذکرہ پوشیدہ ہو مصنفؒ اس کی وضاحت بھی ساتھ کر دیتے ہیں۔ جہاں کسی آیت میں کسی تفصیلی واقعے کی طرف لطیف اشارہ موجود ہو وہاں اس تفصیلی واقعے کو بھی ذکر کرنے میں حرج نہیں جانتے چاہے وہ اسرائیلیات سے لیا گیا ہو تاہم یہ امر قابل تعریف ہے کہ اس دوران اس روایت کو "قصہ" یا "روایت است" کے الفاظ استعمال کر کے اس واقعے یا روایت کے ضعف کا کھلم کھلا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔
- آپ اسباب نزول کے تذکرہ کا التزام تو نہیں کرتے لیکن کئی مقامات ایسے ہیں جہاں کسی سورت، آیت یا آیات کا پس منظر بیان کرتے ہیں جیسے تحویل قبلہ کا واقعہ وغیرہ
- بحر مواج میں مصنفؒ نے جا بجا علم کلام، علم بیان و بدیع کا اظہار کیا ہے۔ تفسیر کے مطالعے کے دوران شیخ کا فلسفیانہ ذوق بھی دکھائی دیتا ہے۔ جن آیات میں عقائد سے بحث کی گئی ہو وہاں علم کلام کی مشکل و مغلق ابحاث بھی ملتی ہیں۔
- ایک بات جو نہایت اہم ہے کہ شیخ نے کسی بھی آیت کا لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ آیت کے لغوی (نحوی و صرفی) بیان کے بعد اس کا تشریحی انداز سے ترجمہ کرتے ہیں جو بامحاورہ ترجمہ کے زیادہ قریب تر بن جاتا ہے۔
- مصنفؒ نے اپنی تفسیر میں بالعموم طوالت و تفصیل سے کام لیا ہے۔ قاضی شہاب الدینؒ دولت آبادی یقیناً ایک متبحر عالم دین تھے جن کی خصوصاً لغت پر اچھی گرفت تھی اس لئے "بحر مواج" میں آیت کی تفسیر کے لئے احادیث واقعات، تاریخ، اسرائیلیات اور عربی ادب کے دیگر ذرائع سے مدد لی جس کی وجہ سے بسا اوقات عبارت میں ثقل آجاتا ہے۔
- مقفع و مسجع کلام کرنے کے التزام کی وجہ سے بلاوجہ زائد الفاظ کا استعمال مجبوری بن جاتی ہے جو کہ اس تفسیر میں بھی نظر آتا ہے جس سے بسا اوقات یہ خیال آتا ہے کہ اس تفسیر میں آیت کی تفسیر سے زیادہ ادبیت، عبارت آرائی اور قافیہ پیمائی پر زور دیا گیا ہے۔

تفسیر بحر مواج کے لغوی و ادبی پہلوؤں پر کسی بھی جامعہ کے شعبہ عربی سے اور تفسیری و فقہی مواد کے سلسلے میں شعبہ علوم اسلامیہ سے تحقیق کی جاسکتی ہے۔

3: حاشیہ عبد الحکیم سیالکوٹی بر بیضاوی

آفتابِ پنجاب کے لقب سے معروف حضرت علامہ عبد الحکیم سیالکوٹیؒ اکابر علماء اور اعاظم فضلائے زمانہ میں سے تھے۔ ظاہری علوم میں فرید الدہر اور باطنی رموز میں وحید العصر تھے۔ حدیث، فقہ اور علم تفسیر میں وحیدِ زمانہ تھے۔ آپ کے والد کا نام شیخ شمس الدین ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کا درست علم نہیں تاہم شیخ سیالکوٹی کے سوانح نگار پروفیسر محمد الدین فوقؔ صاحب نے مختلف قیاسات کی بنیاد پر آپ کا سن پیدائش 968ھ لکھا ہے [26]۔ نواب سعد اللہ خان اور شیخ مجدد الف ثانیؒ آپ کے ہم سبق قرار دئے جاتے ہیں۔ [27]. خواجہ ہاشم مصنف زبدۃ المقامات کے مطابق شیخ احمد سرہندی کو "مجدد الف ثانی" کا لقب علامہ سیالکوٹی ہی نے دیا تھا اور اثباتِ تجدید الف یعنی ہزار سال کے بعد کسی مجدد کے آنے کے سلسلے میں ایک رسالہ "دلائل التجدید" بھی تحریر کیا[28]۔ آپ نے 3 سلاطین (اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں) کا زمانہ پایا۔ آپ کی وفات کی تاریخ 12 ربیع الاول 1068ھ ہے۔ آپ کی جائے وفات سیالکوٹ ہی ہے جہاں آج بھی آپ کا مقبرہ موجود ہے۔ شاہ جہاں کا دور برصغیر میں تعمیر و ترقی کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں بادشاہ کی دیکھا دیکھی وزراء امراء بھی عالی شان عمارتیں تعمیر کرتے اور چونکہ علامہ سیالکوٹی بھی ایک معقول جاگیر کی وجہ سے امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے بھی سیالکوٹ

میں عمارتیں تعمیر کروائیں جن میں مسجد و مدرسہ عبدالحکیم، حمام و مسافرخانہ مولوی، باغ مولوی صاحب، عیدگاہ مولوی صاحب اور تالاب مولوی صاحب وغیرہ شامل ہیں۔[29] آپ کی تصانیف میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔[30]

- تفسیر میں: تفسیر بیضاوی کا حاشیہ، تکملہ مولانا عبدالغفور، علامہ زمخشریؒ کی تفسیر "کشاف" پر حاشیہ
- علم فقہ میں: حاشیہ تلویح اور حسامی
- علم عقائد میں: شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ علی الخیالی، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح عقائد دوانی، الرسالہ لخاقانیہ الموسومہ بالدر ثمین، زبدۃ الافکار
- علم منطق وفلسفہ میں: حاشیہ علی میر قطبی، حاشیہ حاشیہ مطالع الانوار، حاشیہ قطبی، حاشیہ میبذی، شرح شمسیہ
- صرف ونحو اور معانی میں: حاشیہ مطول، حاشیہ علی حاشیہ عبدالغفور۔ مراح الارواح پر گراں قدر حواشی جو آج بھی اساتذہ درس نظامی کے لئے راہنما ہیں۔

انوار التنزیل و اسرار التاویل، قاضی امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاویؒ متوفی 685ھ کی مشہور تصنیف ہے۔ علامہ عبدالحکیم کا عظیم علمی کارنامہ اس تفسیر بیضاوی پر عربی زبان میں حاشیہ لکھنا ہے جو کہ یقیناً اہل علم کے لئے استفادہ کا باعث ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔ علامہ عبدالحکیم سیالوٹی مقدمہ میں فرماتے ہیں:إن التفسير العتيق والبحر العميق، المسمىٰ بأنوار التنزيل، للإمام الهمام ، قدوة العلماء الإسلام ، سلطان المحققين ، برهان الدققين القاضي ناصر الدين عبد الله البيضاوي قد استنهذ العلماء بحل المشكلاته و أسهر الأذكياء أحداقهم لفتح مغلقاته إلا أنه لوجازة العبارات واحتوائه الإشارات، جل أن يكون شريعة لكل وارد ، وأن يطلع عليه إلا واحد بعد واحد .اس تفسیر کے آغاز میں مالی بدحالی اور دیگر مشکلات کی وجہ سے علامہ سیالکوٹی پوری تندہی اور دل جمعی کے ساتھ اس کی تصنیف کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے تاہم شاہ جہاں نے جب ان کی مدد کی جس کا ذکر انہوں نے بھی کیا تو پھر ذہنی ومالی آسودگی میسر ہونے پر پوری تندہی کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا اور پہلے پارے کا حاشیہ مکمل کر کے شاہ جہاں کی خدمت میں پیش کیا اور پھر تمام تر قران کی تفسیر مکمل کی۔ اس حاشیہ کو علامہ کی زندگی ہی میں مقبولیت عامہ میسر آ گئی تھی۔ یہ حاشیہ مصر سے بھی چھپ چکا ہے۔[31]

تفسیر بیضاوی پر اس حاشیہ کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

- علامہ سیالکوٹیؒ کی جانب سے اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے مشکل الفاظ کی لغوی معنی اور نحوی تشریح کا التزم کیا گیا ہے۔
- تفسیر بیضاوی جو کہ اپنی پیچیدہ عبارات کی وجہ سے کافی شہرت رکھتی ہے، آپ نے تمام عبارات کی وضاحت کی ہے اور عبارات کی مشکلات دور کرنے کی کوشش کی ہے جس کی بدولت تفسیر بیضاوی کو سمجھنا نسبتاً آسان ہو گیا ہے۔
- علامہ بیضاویؒ نے جن احادیث کو نقل کیا ہے آپ نے ان کی سند ذکر کی اور اگر کہیں علامہ بیضاوی نے مکمل حدیث بیان نہیں کی بلکہ احادیث کے چند الفاظ مختصر اًذکر کئے ہیں تو علامہ سیالکوٹی نے اس مکمل حدیث کو بیان کر کے اس کی سند بیان کی ہے۔

4: حاشیہ سعد الدین بر کشاف

تفسیر الکشاف کے مؤلف جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (538ھ) ہیں جن کا شمار ائمہ لغت و تفسیر میں ہوتا ہے۔ تفسیر میں وجوہ اعجاز قرآن، نظم قرآن اور فصاحت بلاغت کو بیان کرنے میں آپ خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ اپنی تفسیر میں اسرائیلیات کا کم سے کم

ذکر کرتے ہیں۔ نیز احادیث سے بھی استشہاد کم ہی کرتے نظر آتے ہیں۔ تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری نے اپنے معتزلی عقائد کا ذکر کیا ہےاور آیات کی تاویل بھی معتزلی افکار کے موافق کی ہے۔ امام بلقینیؒ فرماتے ہیں :[32]"اِسْتَخْرَجْتُ مِنَ الْكَشّافِ اِعْتِزَالاً بِالْمَنَاقِيْشِ"۔ "میں نے کشاف میں اعتزال کو بے شمار بحثوں کے بعد طشت از بام کیا ہے۔"

اس کی مثال آیت﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾[33] کی تشریح میں علامہ زمخشری کا قول ہے جس میں عدم رویت کی طرف اشارہ کیا ہے حاجی خلیفہؒ کشف الظنون میں لکھتے ہیں:"إنه قال في قوله – سبحانه وتعالى –: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ، أي: فوز أعظم من دخول الجنة، أشار به إلى عدم الرؤية -"[34] اہل السنۃ پر اپنا غیض وغضب خوب ڈھاتے ہیں اور حقارت آمیز لفظوں میں ان پر پھبتیاں کستے ہیں۔ اسی بناء بہت سے علماء نے اس تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت ان کے اعتزالی افکار سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:" مَحمودُ بنُ عُمَرَ الزَّمَخْشَرِيُّ الْمُفَسفِرُ النَّحْوِيُّ صَالِحٌ، لٰكِنَّهُ دَعَا إِلَى الاِعْتِزَالِ أَجَارَنَا اللهُ ، فَكُنْ حَذِرًا مِنْ كَشَّافِهِ۔"[35]"محمود بن عمر زمخشری جو مفسر، نحوی اور صالح ہیں مگر اس نے اپنی تفسیر میں اعتزال کی دعوت دی ہے، اللہ تعالی ہمیں اس سے بچائے لہذا اس کی تفسیر کشاف تفسیر سے ہوشیار رہنا۔" اس تفسیر پر علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کا حاشیہ نہایت عمدہ ہے۔ آپ کا نام مسعود اور لقب سعد الدین تھا۔ خراسان کے شہر تفتازان میں مارچ 1322ء میں پیدا ہوئے۔ عضد الدین ایجی مؤلف "مواقف" (م 756ھ) اور قطب الدین رازی (766ھ) سے استفادہ کیا۔ تفتازانی نے جملہ مروجہ علوم صرف ونحو، منطق وفلسفہ، معانی وبیان اور اصول وتفسیر میں کمال حاصل کیا۔ تفتازانی کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف شہروں (جام، ہرات، سرخس، سمرقند، جرون، ترکستان اور خوارزم) میں قیام کیا۔[36] علامہ ابن خلدون نے آپ کو ایک زبردست فاضل قرار دیا ہے۔[37] علامہ تفتازانی نے جملہ علوم میں کچھ نہ کچھ لکھا ہے تاہم بطور اختصار ہم ان کی چند تصانیف کا ذکر ذیل ہیں کرتے ہیں:

- علمِ صرف ونحو میں: "شرح التصریف" جو کہ علامہ عزالدین زنجانی کی کتاب "التصریف" کی شرح ہے۔ اسی نسبت سے اس کا نام "شرح زنجانیہ" بھی ہے۔ اس کے علاوہ علم نحو میں رسالۃ الارشاد کے نام سے علامہ تفتازانی نے اپنے بیٹے کے لئے ایک مختصر رسالہ بھی لکھا تھا۔
- **علم معانی وبیان میں:**

"مطول" جو عموماً شرح مطول کے نام سے معروف ہے۔

"مختصر المعانی" جو کہ مدارس دینیہ ے نصاب میں آج بھی شامل ہے۔

تیسری کتاب "شرح القسم الثالث ہے" جسے ماقبل دو کتب جیسی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی تاہم بصورت مخطوط بعض کتب خانوں میں موجود ہے

- **علم منطق میں:** شرح رسالہ شمسیہ، تہذیب المنطق والکلام (جس کی شرح "شرح تہذیب" کے نام سے مدارس کے نصاب میں شامل ہے) اور ضابطہ انتاج الاشکال شامل ہیں

- **عقائد کے علم میں:** شرح المقاصد اور عمر بن النسفي کی تالیف "عقائد النسفي" کی شرح ہے۔ علامہ تفتازانی کی اس شرح کی بھی کئی شروحات ہیں، یہ کتاب بھی مدارسِ عربیہ میں مقبول ہے۔ 'خیالی' اس کی معروف شرح ہے جس پر علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی (1021ھ) نے حاشیہ لکھا ہے۔
- **علم فقہ میں:** "التلویح إلی کشف حقائق التنقیح" اور شرح شرح المختصر في الأصول یا شرح الشرح
- **تفسیر قرآن میں:** "کشف الاسرار وعدۃ الابرار" ہے جو کہ فارسی زبان میں ہے نیز جار اللہ زمخشری (م ۵۲۸ھ) کی تفسیر کشاف کا نامکمل حاشیہ (یا شرح) جو برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری میں بصورت مخطوطہ موجود ہے۔
- علم حدیث میں شرح اربعین نووی: شارح صحیح مسلم امام نووی (م ۶۷۶ھ) کی اربعین کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں تفتازانی سے بھی ایک شرح منسوب ہے۔ اس کے علاوہ لسانیات میں النعم السوابغ في شرح الکلام النوابغ جو کہ علامہ زمخشری کی کتاب نوابغ کی شرح ہے۔

اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود یہ مخطوط "حاشیہ سعد الدین بر کشاف" عربی زبان میں ہے جو کہ سلطان محمد صفوی کے کتب خانے کا نسخہ ہے۔ یہ حاشیہ در اصل حاشیہ طیبیؒ کا ملخص ہے۔ یہ ایک ایسی محققانہ شرح ہے جس میں مصنفؒ نے تدقیق اور تلفیق اقوال کا کوئی نکتہ نہیں چھوڑا۔ کشاف کی تمام شروحات میں شاید ہی کوئی اس کا ہم پلہ ہو۔ تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ چونکہ مصفؒ نے یہ حاشیہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں شروع کیا اس لئے وہ اس کو مکمل نہیں کر سکے۔ سورہ یونس کے اوائل تک حاشیہ لکھا اور سورہ "ص" کے شروع سے سورہ قمر تک تشریح کی ہے۔

5: نجوم الفرقان

اس مقالے کا آخری مخطوط "نجوم الفرقان" ہے جس کے بارے میں نہایت محدود معلومات میسر ہو سکی ہیں۔ فارسی زبان میں لکھا ہوا یہ مخطوط 1691ء میں تصنیف کیا گیا ہے۔ رود کوثر کے الفاظ سے صرف اس تفسیر کے مصنف کا نام اور زمانہ تصنیف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: یہ در اصل کلام مجید کے الفاظ کا انڈیکس (اشاریہ) ہے۔[38] اس کے مصنف کا نام "مصطفیٰ خان بن محمد سعید ہے"۔ ان کا تعلق افغان قبیلہ "کاسی" سے بتایا جاتا ہے، یہ قبیلہ آج بھی بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ کے مضافات میں موجود ہے۔[39] علامہ مصطفیٰ خان اپنی قوم کے ایک معزز فرد گزرے ہیں جو کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ بادشاہت میں ان کے قریبی احباب میں سمجھے جاتے تھے اور اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ علم تفسیر سے متعلق ان کی دیگر تصانیف کا بھی علم ہوتا ہے جیسے "امارات کلام الرحمٰن" فارسی زبان میں تخریج آیات کے لئے ایک بہترین رسالہ ہے۔ جس کا ایک قلمی نسخہ اس وقت بھی رام پور انڈیا کی لائبریری میں موجود ہے۔ ایک اور رسالہ اقسام آیات قرآن کے نام سے لکھا۔ نجوم الفرقان قران مجید کی آیات کی تخریج میں سہولت کے لئے تحریر کیا گیا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں اس کے قلمی اور مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔ عربی کے نسخے کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے "الحمد لله الواحد الذي جعل آيات الكتاب معجزاً و مهدياً إلى سبيل الهدايات". اس کے بعد اپنا نام، تصنیف کا تعارف اور لکھنے کی وجہ بتائی ہے۔ جس میں بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب (نجوم الفرقان) سے پہلے بھی اس فن میں بہت سی کتب لکھی گئی ہیں لیکن طوالت کے باعث ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا اس لئے میں نے اس فن میں یہ مختصر کتاب تصنیف کی ہے۔ اپنی کتاب کا سن تصنیف بتانے کے لئے علامہ مصطفیٰ خان نے اورنگ زیب کا 34 واں سن جلوس اختیار کیا جو 1691ء بنتا ہے۔ کتاب کے آغاز میں مقدمہ ہے جس میں کتاب سے استفادے کے اصول و قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

نجوم الفرقان الفاظ قرآن کا ایک مبسوط اور جامع (Index) اشاریہ ہے جس کے ذریعے ہر ایک لفظ کا محل وقوع، سورت اور آیت کا نام آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے۔ کسی آیت قرآن کا ایک لفظ بھی یاد ہو چاہے وہ شروع میں ہو، درمیان میں یا آخر میں، اس انڈیکس کی مدد سے اس آیت کو بلا دقت فوراً تلاش کیا جاسکتا ہے۔ نجوم الفرقان ہی کے نام سے ایک کتاب جرمن مستشرق Gustav Flugal (م:1870ء) نے 1842ء میں لکھی جس کا مکمل نام "نجوم الفرقان فی اطراف القرآن" ہے جس کا مرتّب کرنا یقیناً ایک عظیم علمی کارنامہ خیال کیا جاتا ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ ایسی جامع انڈیکس کا اس خوبصورتی کے ساتھ مرتب کرنا نہایت محنت و لگن اور عرق ریزی کا تقاضا کرتا ہے۔ لیکن جب مصطفیٰ خان کی اس کتاب "نجوم الفرقان" کو دیکھا جائے تو اپنی رائے تبدیل کرنی پڑتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس علمی کارنامے کا ہیرو دراصل ایک افغان ہے اور جرمنی کا مطبوعہ نسخہ در اصل اسی کا اصلاح یافتہ اور Updated Version ہے۔ تاہم ایک بات جو ابھی بھی علامہ مصطفیٰ کی نجوم الفرقان کو زیادہ فائدہ مند بناتی ہے وہ یہ ہے کہ جرمنی کی مطبوعہ انڈیکس میں الفاظ کا مادّہ لے کر اس کے تمام مشتقات اسی ایک مادّے کے تحت میں ذکر کئے ہیں جس کے لئے عربی زبان کی گرائمر کی شد بد ہونا ضروری ہے۔ جب کہ اس کے برخلاف اس قلمی نسخے سے وہ شخص بھی استفادہ کر سکتا ہے جو عربی زبان سے بالکل ناواقف ہو۔

اختتامیہ

دین اسلام کا آغاز ہی وحی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ سے ہوتا ہے۔ اور اس میں تعلیم و تعلّم کی فضیلت کے لئے خود رسالتِ مآب ﷺ کا فرمان "وإنّما بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" ہی روشن دلیل ہے۔ آغاز اسلام سے خلافت امویہ، عباسیہ، اندلس اور خلافت عثمانیہ کے اواخر تک مختلف مخطوطات کی کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ برصغیر میں بھی مخطوطات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود رہا۔ یہاں کے بہت سے قیمتی مخطوطات اب برٹش انڈیا لائبریری میں محفوظ ہیں جو ہمارے بھرپور علمی سرمایہ کا پتہ دیتے ہیں۔ مخطوطات کے سلسلے میں پاکستان میں علمی درس گاہوں میں اسلامیہ کالج کا نام سرفہرست ہے جس کی لائبریری میں اس وقت 1200 سے زائد مخطوطات موجود ہیں۔ ان تفاسیری کتب میں 63 مخطوطات شامل ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تفسیری مخطوطات میں سے اہمیت کے پیش نظر اہم مخطوطات کو ایم فل و پی ایچ ڈی سطح کی تحقیق کے لئے چنا جائے تاکہ یہ عظیم ورثہ علمی دنیا کے سامنے آسکے اور ان سے استفادہ ممکن ہوسکے۔

حوالہ جات(References)

[1] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد قزويني، سنن ابن ماجہ، دار إحياء الكتب العربية، قاهرة، ج:1 ص: 83 حدیث نمبر: 229

Ibn mājah Muhammad bin Yazid Qazwinī, Sunan ibn e Mājah, Dra Ihyāe al kutb Al arabiah, V:1,P:83Hadīth No:229

[2] http://icp.edu.pk/page.php?abc=201412100534315

[3] محمد صدیق خان بن حسن، القنوجی، أبجد العلوم، دار ابن حزم، 2002ء، ج:1، ص698

Al-Qanojī , Muhammad Sīd'dīqe Khan Bin Hassan, Abjad al-Uloom, Dār Ibn Hazm, 2002,vol.1,p.698

[4] مولوی عبد الرحیم، لُباب المعارف العلمیّہ (فہرست کتب اسلامیہ کالج لائبریری) مطبع آگرہ، (ہند) 1918ء، ص:23

Molvī Abd al-Rahīm, Lobab Al-Ma'arif Al-Ilmiyāh, Feh'rist Kotob Islam'īyah College Library, Mat'bah Agrah (Hindh) 1918AD,P.23

[5] ابجد العلوم، ج:1، ص698

Abjad al-Uloom,vol.1,p.698

[6] ڈاکٹر زُبید احمد، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ،، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1987ء، ص:51

Dr. Zubaid Ahmad, Arabī Adbīyat May Pak o Hind ka Hissah, Lahore: Ida‘rah Saqafat Islamia, 1987،P:51

[7] ابجد العلوم، ج:1، ص698

Abjad al-Uloom,vol.1,p.698

[8] علامہ ابوالفیض فیضی, سواطع الالہام، ص: 10

, abu al faiz al faizi Swati al ilham, , p.10

[9] شیخ محمد اکرم, رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ،، لاہور، جون 2005ء، ص:51

Shaykh Muhammad Akram, Rod-e-Kousar, Lahore: Idarah thaqafat Islam‘īyah, Lahore, 2005,p.51

[10] شعر العجم، بحوالہ ماہنامہ معارف، دسمبر 1965ء دار المصنفین، اعظم گڑھ انڈیا، ج: 3، ص: 58

Sher al A‘ajam,Mah‘nama Ma‘arīf, India: Dar al-Musan‘nīfīn, Azam Garh , Dec 1965,vol.3,p.58

[11] رود کوثر، ص: 116-117

Rod-e-Kousar,p.116-117

[12] ایضاً، ص: 54

Ibid,,p.54

[13] ایضاً، ص:134

Ibid,P:134

[14] زُبدۃ المقامات، ص:132، بحوالہ ماہنامہ معارف، دسمبر 1965ء، ص:440

Zubdat ul maqamat,p.132, reference Mah‘nama Ma‘arīf, December 1965AH,P.440

[15] منتخب التواریخ، ج:3، ص: 299، بحوالہ معارف دسمبر 1965ء

Muntakhab al twareekh,vol.3,p.299, reference Mah‘nama Ma‘arīf, December 1965AH

[16] شعر العجم، ج:، 3، ص: 52

Sher al ajam,vol.3,p.52

[17] نزھۃ الخواطر، ج:5، ص: 27

Nazhat ul khwatir, vol.5,p.27

[18] ایضاً، ج:5،، ص: 27

Ibid,vol.5,p.27

[19] مولانا عبد الحق حقانی, تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی)، کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ، کراچی، ج:1، ص: 211

Molana, Abd al-Haq Haq‘qanī, Taf‘sīr Fatah al-Man‘nan (Taf‘sīr Haq‘qanī), Karachi: Kutub Khanah Markaz Ilm‘o Adab, Aram Bagh,vol.1,p.211

[20] کشف الظنون، ج:2، ص: 1370

Kashf u alzunoon,vol.2,p.1370

[21] عبد الحق محدث دہلوی, اخبار الاخیار،، اکبر بک سیلرز، اردو بازار لاہور، اگست 2004ء، ص:381

Abd al-Haq Muhad‘dis Deh‘lavī, Akh‘bar al-Akhyar, Lahore, August 2004,p.381

[22] محمد قاسم, تاریخ فرشتہ، لکھنؤ، 1221ھ، ج:2، ص:306

Muhammad Qasim, Ta‘rīkh Farishtah, Lacknow, 1221 (A.H),vol.2,p.306

[23] اخبار الاخیار، ص175

Akh‘bar al-Akhyar,p.175

[24] مولوی فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مکتبہ ربیعہ، بنوری ٹاؤن کراچی، ص:345

Molvi Faqir Muhammad Jeh‘lami, Ha‘daīyeq al-Hanfīyah, Karachi,p.345

[25] شیخ شہاب الدین دولت آبادی، تفسیر بحر مواج (قلمی نسخہ)،، ص:1193

Tafseer bahr mawaj(manuscript),sheikh shahab u din, dawlat abadi,p.1193

[26] محمد الدین فوق، سوانح عمری عبد الحکیمؒ ،انتظامیہ جامع مسجد علامہ عبد الحکیم تحصیل بازار سیالکوٹ،2009ء، ص:24

Foq, Muhammad al-Din, Sawa'neh Um'rī Abd Al-Hakim, Sialkot: Masjid Abd al-Hakim, Tah'sil Bazar, 2009,p.24

[27] ایضاً ص: 32

Ibid,p.32

[28] ایضاً ص: 38

Ibid,p.38

[29] ایضاً ص: 64

Ibid,p.64

[30] ہر کتاب کا تفصیلی تعارف دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو: سوانح عمری عبد الحکیمؒ، ص:115 تا 132

See for a detailed introduction to each book: Sawa'neh Um'rī Abd Al-Hakim,p.115 to132

[31] سوانح عمری عبد الحکیمؒ، ص: 120

Sawa'neh Um'rī Abd Al-Hakīm,p.120

[32] کشف الظنون، ج:1، ص:427

Kashf u al zunūn,vol.1,p.427

[33] آل عمران:3: 185

Surah A'al Emran:3;185

[34] ایضاً

Ibid

[35] شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد الذھبی ،میزان الاعتدال في نقد الرجال، دار المعرفہ للطباعہ والنشر، بیروت، لبنان 1963ء، ج:4، ص:78

al-Za'habī, Abo Abd ullah, Muhammad bin Ahmad, Mīzan Al-Ei'tidal Fī Naqd al-Rijāl, Labnan: Dar al-marifah lil'ta'ba'at wa al-Nashar, Baī'rot 1963,vol.4,p.78

[36] ماہنامہ محدث، ص472، جلد:3 ، شمارہ:10-11، نومبر 1973ء

Mah'nama Muhad'dis, pp.472, vol3, Issue 10-11, Nov 1973

[37] عبد الرحمن بن محمد بن محمد، تاریخ ابن خلدون ،ابن خلدون (م:808ھ)، دار الفکر، بیروت 1988ء، ج:1 ص:633

Abd-ul-Rahmadn Bin Muhammad Bin Muhammad, Ibn Khaldūn, Tarikh ibn Khaldoon, Beirut: Dar al-fikar, 1988AD,Vol.1,p.633

[38] رود کوثر، ص:477

Rod-e-Kausar,p.477

[39] لباب المعارف العلمیہ، ص: 24

Lobāb Al-Ma'ārif,p.24